دعا وہ چراغ ہے جو دلوں میں نور بن کے روشن ہوتا ہے۔

رمضان میں جھوٹ کو چھوڑنے کا عہد کریں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3 رفروری 1995ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

الحمد للہ یہ آج رمضان المبارک کا پہلا جمعہ ہے جس کے خطبے میں تمام دنیا کی جماعتیں شامل ہوسکتی ہیں یا ہو رہی ہیں اور جب تمام دنیا کہتا ہوں تو واقعۃً ساری دنیا ہی مراد ہے۔ کچھ پہلے ایسے حصے تھے جن تک ہمارا پیغام پوری طرح نہیں پہنچ رہا تھا۔ بعض جگہ قانونی مجبوریاں تھیں مثلاً ماریشس میں لیکن اللہ کے فضل کے ساتھ حکومت نے با قاعدہ ڈش انٹینا کی اجازت دے دی ہے اور گزشتہ جمعہ میں جماعت بڑے ذوق وشوق کے ساتھ اپنے پہلے اجتماعی خطبہ جمعہ میں شامل ہوئی جو ڈش انٹینا کے ذریعے وہاں دکھایا جا رہا تھا اور اس پر مجھے کسی نے لکھا کہ آئے تو بڑے ذوق وشوق سے تھے لیکن نکلتے ہوئے بہت سوں نے مایوسی کا اظہار کیا کہ ہمارا نام نہیں آیا۔ میں تو نہیں مانتا کہ اس رپورٹ کرنے والے نے سچی رپورٹ کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ماریشس کی جماعت کو میں جانتا ہوں بہت مخلص جماعت ہے وہ اپنے نام کی خاطر اکٹھے نہیں ہوئے تھے بلکہ خدا کے نام کی سربلندی کے لئے اکٹھے ہوئے تھے۔ اس بات پر خوش تھے کہ آج خلیفۂ وقت کی زبان میں براہ راست اللہ کا ذکر سننے کو ہمیں مل رہا ہے اور ہم اس اجتماعی نظارے میں ایک جزو بن چکے ہیں۔ جو دنیا میں ہر طرف پھیلتا چلا جا رہا ہے کہ ایک آواز ایک جگہ سے اٹھ رہی ہے، ایک تصویر ایک جگہ بن رہی ہے اور ساری دنیا ان آوازوں کو سن

رہی ہے اور ان تصویروں میں شریک ہو رہی ہے۔ پس اس خوشی سے وہ خوش تھے اور یہ الزام ہے جماعت ماریشس پر کہ وہ مایوسی کا شکار ہو کر واپس گئے۔ کسی ایک آدھ شخص کے دل میں یعنی شکایت کرنے والے کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہو گا مگر میں جماعت ماریشس کے متعلق یہ تسلیم نہیں کر سکتا۔

جہاں تک ذکر کا تعلق ہے اب تو یہ ہماری حدِّ استطاعت میں ہی نہیں رہا۔ روزانہ مختلف علاقوں سے رپورٹیں آرہی ہیں کہ اب یہاں بھی ڈش انٹینا لگ گیا وہاں بھی لگ گیا۔ یہاں بھی جماعت کی طرف سے اجتماعی انتظام ہوا۔ جہاں اجتماعی انتظام نہیں ہے وہاں انفرادی طور پر گھروں نے اپنے دروازے کھول دیئے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا گھر تو مسجد بن گیا ہے۔ آج کل یہ مسجدیں جو خدا کے ذکر کے لئے بن رہی ہیں، یہ زیادہ معمور ہیں کیونکہ رمضان کا مہینہ ہے اور رمضان میں وہ چہرے بھی دکھائی دینے لگتے ہیں جو بالعموم یا باقاعدہ روزمرہ نماز میں دلچسپی نہیں لیتے یا اپنے گھروں میں بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور مسجدیں ان سے دور ہوتی ہیں اس لئے ان کو عادت نہیں ہوتی لیکن رمضان کے دنوں میں تکلیف اٹھا کر بھی دور دور سے جہاں بھی مسجد میسر ہو وہاں پہنچتے ہیں تو اللہ ان کو بھی ان کی نیکی کی جزا دے۔ ایسے موقع پر جبکہ سننے والوں کی تعداد اور دیکھنے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہو اس وقت بہت سی باتیں کہنے کی ایسی ہوتی ہیں جو میں اپنے ذہن میں کھنگالتا رہتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ یہ بھی کہوں گا وہ بھی کہوں گا لیکن وقت بہت تھوڑا ہے اور اس لئے کچھ ترجیحات بنا کر بعض باتیں کہنی پڑتی ہیں بعض چھوڑنی پڑتی ہیں مگر بعد میں یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

سب سے پہلی تو میں یہ درخواست کروں گا کہ دعا کریں کہ رمضان کی برکت سے آنے والے دائمی ہو جائیں اور ان کے جمعے بھی دائمی بن جائیں تا کہ ہمیں یہ گھبراہٹ نہ ہو کہ کل آئے تھے آج نہیں ہیں۔ کل جو باتیں ہم نہیں کہہ سکے تھے آج کہیں گے تو بھی یہ شامل نہیں ہوں گے۔ اس لئے جہاں تک مجبوریاں ہیں دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کی مجبوریاں دور فرمائے، جہاں تک سستیاں اور غفلتیں ہیں اللہ رمضان کی برکت سے ان کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور نیکیوں کا ذوق پیدا ہو اور ''دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا'' کا عہد ان کے اوقات پر بھی سچا ثابت ہو۔

وقت کے متعلق جو کہا جاتا ہے وقت نہیں ہے، یہ محض ایک لاعلمی کا محاورہ ہے۔ ہر شخص کے پاس وقت ہوتا ہے مگر ترجیحات الگ الگ ہوتی ہیں۔ بعضوں کے لئے وقت دنیا کے ٹیلی ویژن کے

لئے ہے، بعضوں کے لئے دنیا کی دلچسپیوں میں ہے، مجالس میں جانے کے لئے ہے مگر دین کے کاموں میں آنے کے لئے نہیں ہے۔ یہ مطلب تو نہیں کہ وقت نہیں ہے مراد یہ ہے کہ ترجیحات مختلف ہیں۔ بعض لوگ تو دینی معاملات میں ایسی دلچسپی رکھتے ہیں کہ بعض جگہوں سے خبریں ملیں کہ ایک گاؤں چھوڑ کر جہاں بجلی بند ہوگئی تھی، مرد عورتیں اور بچے پیدل بھاگے ہیں دوسرے گاؤں کہ شاید وہاں بجلی ہو اور وہاں ہم دیکھ سکیں۔ تو یہ ترجیحات کی باتیں ہیں اور جس کا وقت دین کے لئے زیادہ ہو وہی وقت ہے جس میں برکت دی جاتی ہے۔ وہی وقت ہے جو اللہ کے حضور وقت لکھا جاتا ہے ورنہ گھڑیوں کے وقت تو ہر کس و ناکس پر چلتے ہیں۔ ہر مذہب والے اور ہر لامذہب پر چلتے ہیں۔ ان سے درحقیقت وقت کی قیمت نہیں ناپی جاتی۔ ایک space time کا تصور ہے جو ہر چیز پر یکساں گزرتا ہے خواہ وہ زندہ ہو خواہ وہ مردہ ہو۔ مگر جس وقت کی میں بات کر رہا ہوں یہ وہ وقت ہے جو اپنے خالق کے ساتھ ایک شعوری کوشش سے تعلق قائم کرنے میں خرچ ہوتا ہے۔ باشعور کوشش کہ میں اپنے رب سے ملوں اور اپنے رب کو راضی کروں، ایسی باتیں کروں جو اس کی محبت جیتنے والی ہوں، ایسی باتوں سے پرہیز کروں جو اس کی ناپسندیدگی کا مظہر بنیں اور ناپسندیدگی پیدا کرنے والی ہوں۔ یہ وہ جدوجہد ہے جس جدوجہد میں جو وقت خرچ ہو وہ وقت ہے اور اس کے سوا جو باتیں ہیں وہ تو گزارے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ انسان کو جو کچھ بھی اللہ عطا فرماتا ہے یا وہ کنجوسی سے روک رکھتا ہے یا وہ اپنے اوپر اور اپنے بچوں پر خرچ کر لیتا ہے یا وہ خدا کی خاطر اس کے ان کاموں پر خرچ کرتا ہے جن سے اللہ راضی ہو۔ فرمایا جو پہلے دو کام ہیں جن پر خرچ کئے جاتے ہیں۔ وہ تو موت کے ساتھ یہیں مٹی میں مل جائیں گے اور پیچھے رہ جائیں گے اور اس کا مال اس کا مال نہیں رہے گا جو کھالیا وہ ختم ہوگیا، جو روک رکھا وہ اس کے کام کا نہیں، اس کے کسی کام بھی نہیں آسکتا۔ نہ اس دنیا میں نہ اُس دنیا میں لیکن جو اس نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہے وہ آگے بھیجا جاتا ہے اور وہی اس کا مال ہے کیونکہ وہ دائمی ہے۔ اس پہلو سے وقت کو بھی دیکھیں تو وقت وہی ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ ہو کیونکہ وہ وقت آگے بھیجا جائے گا اور وہ وقت جسے ہم ضائع کر بیٹھے ہیں وہ مٹی میں مل جائے گا اس کی کوئی بھی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ پس دنیا کے کام تو ہیں لیکن دنیا کے کام بھی اگر اللہ کی رضا کی خاطر اس نیت سے کئے جائیں کہ دین کے کاموں میں سہولت پیدا ہو اور زیادہ سے زیادہ نیکیوں کی

استطاعت ہو اور حقوق ادا کرنے کی توفیق ملے جن میں بیوی بچوں کے حقوق بھی ہیں عزیزوں اور اقرباء کے حقوق بھی ہیں۔ عام غرباء کے حقوق بھی ہیں تو اس نیت سے اگرچہ بظاہر انسان دنیا میں وقت خرچ کر رہا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے یہ نسخہ ہمیں سمجھا دیا کہ ایسے اوقات دراصل خدا کے نزدیک دین میں خرچ ہونے والے اوقات کے طور پر لکھے جائیں گے۔

تو اس پہلو سے ہمیں اپنے اوقات پر بھی اس رمضان میں نظر کرنی چاہئے۔ کتنے اوقات ہم زیادہ سے زیادہ اللہ کے لئے نکال رہے ہیں۔ یعنی پہلے جو کسی اور مصرف میں آیا کرتے تھے اب ہم خدا کی خاطر انہیں نکال کر خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس کا مقصد کیا ہے۔ بعض لوگ تہجد پر اٹھتے ہیں، بعض لوگ جو نمازیں نہیں پڑھتے تھے وہ نمازیں شروع کر دیتے ہیں، بعض لوگ بعض بدیوں سے پرہیز کرتے ہیں مگر تا بہ کے۔ کب تک؟ کیا رمضان گزرنے کا انتظار کرتے ہیں کہ رمضان گزرے تو آرام سے سوئیں۔ تہجد کی مصیبت سے نجات ملے۔ کیا رمضان گزرنے کا انتظار کرتے ہیں کہ رمضان گزرے تو وہ نیکیاں جو ہم نے خوامخواہ اپنے اوپر چڑھالی تھیں ان کا غازہ اتار پھینکیں اور اپنی اصلیت کی طرف واپس آجائیں۔ اگر یہ مقصد ہے اور اس طرح رمضان گزر رہے ہیں تو یہ رمضان گزارنے کے ڈھنگ نہیں ہیں۔ یہ تو بے وقوفی کے سودے ہیں۔ وقتی طور پر کچھ دیر کے لئے لذت ملتی ہے اور ساری کی ساری لذت اگر ایک مصیبت کے طور پر ہے جس نے رمضان کے ساتھ ہی گزر جانا ہے اور کالعدم ہو جانا ہے تو یہ ایک بے وقوفی کا سودا ہے لیکن اگر دیانتداری کے ساتھ کوشش اور جدوجہد اور محبت کے ساتھ رمضان سے استفادہ کرتے ہوئے انسان نیکیوں کی کوشش کرتا ہے تو اگرچہ وہ نیکیاں اسی طرح دائم نہیں رہتیں اور رمضان کے گزرنے کے بعد ان میں کچھ کمی واقع ہو جاتی ہے مگر پہلے سے بہتر حال پر انسان کو چھوڑ جاتی ہیں۔ جو داغ دھوئے تھے وہ اگر ابھرتے بھی ہیں تو پوری طرح نہیں ابھرتے، بہت حد تک مٹ چکے ہوتے ہیں، اگر کچھ نیکیاں اختیار کی گئی تھیں تو وہ نیکیاں پوری طرح نہیں مٹا کرتیں، کچھ نقوش کو بہتر بنا جاتی ہیں، کچھ اللہ کی محبت کے رنگ پیچھے چھوڑ جاتی ہیں۔ اگر یہ سلسلہ ہے تو یہ انچ انچ، قدم قدم اور کچھ نہ کچھ حسب توفیق خدا کی طرف بڑھنے کا نظارہ ہے۔ پس اس پہلو سے وہ رمضان ضائع تو نہیں جاتا مگر اس رمضان سے ویسا استفادہ نہیں ہو سکا جیسا کہ ہونا چاہئے تھا۔

پس یہاں بھی میں پھر اس دعا کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ سب ہم مل کر اپنے لئے، اپنے

عزیزوں کے لئے ،اپنے اقرباء کے لئے ،اپنی نسلوں کے لئے جو ہم پیچھے چھوڑ کر جانے والے ہیں اور سب دنیا کے لئے دعا کریں کہ یہ رمضان ایسی خیر و برکت لے کر آئے جو باقی رہ جائے اور اگلے رمضان سے جا ملے۔ یہ وہ پل ہیں جو ہمیں تعمیر کرنے ہوں گے۔ایک رمضان سے دوسرے رمضان کے درمیان یہ نیکیوں کے پل ہیں اور وہ راہیں جو جدا کر دیتی ہیں ایک رمضان کو دوسرے رمضان سے،ان راہوں سے احتراز کرنا ہوگا،ان سے اپنے قدم روک کران راہوں پر چلانے ہیں جو رمضان کو رمضان سے ملانے والی راہیں ہیں ۔ یہ ایک بالارادہ کوشش ہونی چاہئے ۔ جب تک اس کا شعور بیدار نہ ہواور رمضان کے دوران انسان اپنے نفس کا جائزہ نہ لینا شروع کرے اس وقت تک نہ یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے، نہ اس کے نتیجے میں دعائیں پیدا ہوسکتی ہیں جو دراصل سارے کام بنایا کرتی ہیں۔ پس جب آپ اپنا تجزیہ کریں،اپنے گردو پیش کا تجزیہ کریں،اپنے بچوں کا تجزیہ کریں وقتی طور پر بہت سے احمدی گھر ہیں جہاں بڑی رونقیں ہوں گی۔رات کے وقت بچے اٹھ رہے ہیں اور سحری کے مزے ہیں، پھر افطاری کے مزے ہیں، چہل پہل ہے اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی ذوق شوق سے ضد کرتے ہیں کہ ہم نے بھی روزہ رکھنا ہے۔ یہ اچھی باتیں ہیں مگران کے ساتھ نیکی کے مستقل سبق کتنے ہیں جو دیئے جا رہے رہیں۔ کیا کیا ہیں جو دیئے جارہے ہیں۔ کیا ان بچوں کی نماز پر جب آپ نظر ڈالتے ہیں جو رمضان سے وابستہ ہیں تو کیا آپ ان کو ساتھ یہ بھی سمجھاتے ہیں کہ یہ نمازیں تو مستقل حصہ ہیں جو زندگی کے ساتھ ہیں ۔اب تم نے کچھ توفیق پائی ہے تو آگے بڑھواور یہ عہد کرو کہ گزشتہ سال رمضان کے بغیر جو دن گزرے تھے ۔ان میں جو نمازیں تم کھو بیٹھے اب آئندہ اگلے رمضان تک وہ نمازیں نہیں کھوؤ گے، مسلسل ان کو جاری رکھو گے۔

پس جب میں کہتا ہوں کہ ایک پل تعمیر کریں جو ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک ممتد ہوتو کوئی فرضی قصے نہیں ہیں یہ روزمرہ کے حقائق ہیں جن کی باتیں کرتا ہوں ۔ یہ عبادتوں کے پل ہیں جو پہلے نہیں تھے اب آپ نے تعمیر کئے ہیں، ان کو آگے بڑھائیں۔ اگر پل کنارے سے کنارے تک نہ پہنچے تو بیچ میں جہاں بھی پل رکا وہاں غرق ہو جائیں گے۔ پس اگر رمضان آپ کو ایسے کنارے تک پہنچا تا ہے جس کے بعد اچانک نیکیاں غائب اور بدیوں کا پھر از سر نو قبضہ ہے تو یہ تو غرقابی کے پل ہیں، یہ تو نجات کے پل نہیں۔ پس رمضان کی نیکیوں کو پائندگی دینا، ہمیشہ ہمیش کے لئے جاری کرنا یہ

وہ جدوجہد ہے جس میں رمضان آپ کے لئے سراسر خیر و برکت ہے۔ اگر یہ جدوجہد بالارادہ شروع کریں اور یاد رکھیں کہ آپ کے ارادے سے بات نہیں بنے گی جب تک دعا مانگتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مدد نہ مانگیں اس وقت تک یہ جدوجہد کامیاب نہیں ہوسکتی مگر دعا کے لئے توجہ چاہئے۔ دعا کے لئے ایک گہرا احساس چاہئے ورنہ ہونٹوں کی دعائیں تو کسی کام نہیں آیا کرتیں۔ دل کی گہرائی سے اضطراب کے ساتھ اٹھنے والی دعائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ سنتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے بھی اس پر روشنی ڈالی اور قرآن کے مضامین کی مزید تفاصیل بیان فرمائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس مضمون پر بہت روشنی ڈالی اور کثرت سے اپنی عارفانہ تحریروں میں بتایا کہ دعا کیسے قبول ہوتی ہے، کیا باتیں ہیں جو قبولیت دعا کا تقاضا کرتی ہیں، پہلے وہ کرو پھر قبولیت دعا کی توقع رکھو۔ اس میں سب سے اہم بات اضطراب ہے اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ لوگوں کو مضطرب کردے۔ وہ آنسو خدا کے کس کام کے جو آنکھوں سے بہہ رہے ہوں۔ سیدھا سادہ منہ سے کسی نے کہہ دیا اللہ میاں یہ دے دے تو دے کیوں نہیں دیتا۔ بات یہ ہے کہ دعا ایک عام ذریعہ طلب نہیں ہے۔ عام ذرائع طلب وہ ہیں جو دنیا میں خدا تعالیٰ نے قانون قدرت کے طور پر آپ کو مہیا کر رکھے ہیں اور بے شمار ہیں۔ وہ قوانین ہیں جو ہر کھرے کھوٹے، ہر نیک و بد کے لئے خدا کی رحمانیت اور رحیمیت کے چشمے بہا رہے ہیں اور جو خدا کا فیض حاصل کرنا چاہے وہ ان ذرائع کو اختیار کر کے حاصل کرسکتا ہے۔

پس دعا کے الگ نظام کی ضرورت کیا تھی اس پر آپ غور کریں گے تو پھر آپ کو سمجھ آئے گی کہ اضطراب کی کیا ضرورت ہے۔ عام طور پر جب آپ کسی کام میں محنت کرتے ہیں، شغف رکھتے ہیں، اس کام سے گہرا دلی تعلق ہوتا ہے تو وہ کام زیادہ اچھا ہوتا ہے۔ اگر سرسری طور پر کرتے ہیں تو اچھا نہیں ہوتا۔ یہ قانون کس نے بنایا ہے۔ اسی خدا نے جس نے دعا کا نظام بھی جاری فرمایا ہے۔ ایک آدمی کسی مجلس میں بیٹھتا ہے، سرسری طور پر دلچسپی لیتے ہوئے وہاں موجود رہتا ہے۔ ایک آدمی جان و دل بیچ میں ڈال کر بیٹھتا ہے ان دونوں کے فوائد میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور فائدے کے لئے گہری توجہ، انہماک اور سچا پیار ہونا ضروری ہے۔ پس اگر دعا کسی اور قانون کے تابع بنائی جاتی تو اس خدا کی طرف سے نہ ہوتی جس خدا نے دنیا کا نظام بنایا ہے۔

خدا میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اس کی کائنات میں نظر ڈال کر دیکھو تمہیں کہیں کوئی تضاد دکھائی نہیں دے گا۔ نظر دوڑاؤ، کائنات کی پنہائیوں میں اتر جاؤ تمہیں کوئی تضاد دکھائی نہیں دے گا۔ پھر دوبارہ نظر ڈالو، تمہاری نظر تھکی ہاری لوٹ کر تمہاری طرف آجائے گی مگر تمہیں خدا کی کائنات میں کوئی تضاد دکھائی نہیں دے گا۔ پس جس خدا نے دنیاوی تدبیر کا نظام جاری فرمایا اور ارب ہا ارب سال ہماری تعمیر کے ہمیں بتاتے ہیں کہ یہ نظام بہت ہی مؤثر اور کارگر ہے اس نظام میں مرکزی نقطہ توجہ ہے اور کوشش اور جدوجہد ہے جو دلی تمنا کو چاہتی ہے اور دلی تمنا ہو تو اضطراب پیدا ہوتا ہے، دلی تمنا ہو تو جب تک آپ اپنی خواہش کو حاصل نہیں کر سکتے آپ بے چین ہوتے ہیں اور یہ تمنا جتنی بڑھتی ہے اتنا ہی اضطراب بڑھتا ہے۔

پس سوال یہ ہے کہ دعا کا نظام اس عام قانون قدرت کے سوا کیوں بنایا گیا؟ عام لوگوں کو کیوں اس سے محروم رکھا گیا؟ دراصل خدا کی ہستی کے یقین کا سب سے مؤثر ذریعہ دعا ہے اور خدا کے ساتھ رہنے کا جو محاورہ ملتا ہے وہ دعا ہی کے ذریعہ سمجھ آتا ہے۔ اس کے بغیر یہ محض منہ کی باتیں ہیں۔ کہتے ہیں Communion with God انگریزی میں بھی محاورہ ہے۔ عیسائی اس پر بڑا فخر کرتے ہیں، اچھا محاورہ ہے مگر محاورہ ہے۔ کیسے خدا کے ساتھ انسان رہ سکتا ہے۔ یہ مضمون دعا سکھاتی ہے اور رمضان دعا کے مضمون کو سکھانے کا سب سے مؤثر مہینہ ہے۔ رمضان سے زیادہ دعا کا مضمون سمجھ نہیں آسکتا لیکن دعاؤں میں اضطراب ہونا چاہئے۔ اضطراب اس لئے کہ آپ کی دلی توجہ اس طرف ہو قانون قدرت میں، جس طرح آپ کوشش کرتے ہیں ہر اس چیز کے لئے جس کی خواہش ہو یہاں تک کہ جب محبت سے کوشش کرتے ہیں تو بعض دفعہ محبت پاگل پن کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ ایسا اضطراب، ایسا جنون، اگر دعاؤں میں آئے گا تو دعائیں بھی پھل لائیں گی اور اس روحانی نظام میں آپ خدا کی ہستی کے ایسے شواہد دیکھیں گے جو ساری کائنات میں بکھرے ہوئے ہیں لیکن آپ غافل آنکھوں سے اس کو دیکھتے ہیں کیونکہ وہ روزمرہ کا ایک دستور بن گئے ہیں۔ دعا اس روزمرہ کے دستور سے آپ کے ذہن کو الگ کرتی ہے، ایک ایسا احساس مزید آپ میں پیدا کرتی ہے کہ جہاں آپ جانتے ہیں کہ دعا اگر سنی گئی تو یہ کام ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔ جہاں سب دوسرے ذرائع ٹوٹ جاتے ہیں۔ سب دوسری راہیں بند ہو جاتی ہیں۔ ”حیلے سب جاتے رہے اک حضرت تواب ہے“۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ فرمایا:

؎ حیلے سب جاتے رہے اک حضرت تواب ہے (درثمین:68)

یہ مجھے یاد نہیں کہ الہام ہے یا آپ کا اپنا مصرعہ ہے لیکن کلام الہامی معلوم ہوتا ہے۔ایسا وقت جب کوئی حیلہ باقی نہ رہے اس وقت اضطراب بھی پیدا ہوتا ہے اور دعا پر یقین بھی پیدا ہوتا ہے کیونکہ جب حیلے نہ رہیں تو بے انتہا بے چینی اور گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے اور اضطراب اسی کا نام ہے۔اس وقت جو دعا کی جاتی ہے اگر وہ مقبول ہو تو انسان کا دل کامل یقین سے بھر جاتا ہے کہ ایک سننے والی ہستی ہے جس نے میری بات کو سنا ورنہ اور کوئی ذریعہ نہیں تھا تو اللہ سے تعلق کا ایک پل ہے۔

میں ابھی پل کی بات کر رہا تھا کہ جو ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک ممتد ہوتا ہے یہ رمضان سے رمضان کو ملانا تو کوئی مقصد نہیں مگر یہ وہ پل ہے جو خدا تک پہنچاتا ہے، یہی اصل مقصد ہے۔یہ خدا تک پہنچنے کا جو پل ہے یہ دعا ہے جو آسمان تک پہنچتی ہے،اس کا جواب آتا ہے انسان یقین سے بھر جاتا ہے کہ میرا ایک خدا ہے لیکن اضطراب کے ساتھ اگر یقین نہ ہو تو وہ دعا بے کار ہو جاتی ہے۔بعض دفعہ اضطراب ہے لیکن یقین نہیں ہے اور اضطراب ہے مگر محبت نہیں ہے اور خدا کا گہرا تصور اور خدا کی قدر دل میں نہیں ہے۔بعض لوگ ایسی دعائیں بھی کرتے ہیں ان کو میں سمجھانا چاہتا ہوں، بات کھول کر اچھی طرح ان پر یہ بات روشن کر دینا چاہتا ہوں کہ آپ کا اضطراب مسلم، تسلیم ہے کہ آپ اضطراب کی حالت میں خدا کو پکارتے ہیں ایک لڑکا کہتا ہے اے خدا اتنی دیر ہوگئی میرے پرچے خراب ہو رہے ہیں اس دفعہ مجھے پاس کر دے۔ایک انسان ہے جو یہ کہتا ہے کہ اے خدا روزی کا کوئی ذریعہ نہیں، فاقے مر گیا، بار بار تیرے حضور ماتھا رگڑتا ہوں، کوئی جواب نہیں آتا۔تو کیسا خدا ہے ایک طرف کہتا ہے اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ اے محمدؐ وہ تجھ سے میرے بندے سوال کرتے ہیں کہ میں کہاں ہوں اِنِّیۡ قَرِیۡبٌ میں پاس ہوں تو وہ کون سا خدا تھا جس نے یہ اعلان کیا ہماری دعائیں تو نہیں سنی جا رہیں۔یہ جو اضطراب ہے ایک بیٹے کا اضطراب ہے اس کا تجزیہ کر کے اسے حقیقی اضطراب سے الگ کرنا ہوگا جو اضطراب خدا سے ملانے والا ہے۔یہ وہ دعائیں ہیں جو شدید اضطراب میں اگر مقبول ہو بھی جائیں تو خدا سے نہیں ملاتیں بلکہ نفس پرستی کی دعائیں ہیں۔اپنے نفس سے ملاتی ہیں اور انسان واپس اپنے نفس کی طرف لوٹ جاتا ہے۔پس اللہ تعالیٰ اس

کی مثال دیتا ہے فرماتا ہے کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اضطراب حقیقی ہے اور اس وقت بعض لوگ یہ یقین کر لیتے ہیں کہ خدا کے سوا اب کوئی نہیں جو بچانے والا ہو۔ جب یہ اخلاص، عارضی اخلاص بھی پیدا ہو جائے تب بھی ہم ان کی دعاؤں کو سن لیتے ہیں لیکن جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو کشتیوں میں سوار طوفان کی لہروں کے رحم و کرم پر ہیں کسی لمحہ بھی وہ طوفان ان کو غرق کر سکتے ہیں۔ جب مخلصین ہو کر مجھے پکارتے ہیں اضطراب کے ساتھ، تو میں جواب دیتا ہوں ان کے طوفان کو امن کی حالت میں بدل دیتا ہوں۔ وہ خیر و عافیت کے ساتھ اپنے اپنے کناروں پر پہنچتے ہیں مگر اپنے اضطراب کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اپنی دعاؤں کو، اپنے خدا کو بھی پیچھے سمندروں میں چھوڑ جاتے ہیں اور پھر شرک کی طرف اور اپنی پرانی بدیوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ پس ایسے لوگ جن کا اضطراب اللہ کے لئے نہ ہو یا حقیقت میں اللہ سے تعلق کے لئے نہ ہو بلکہ اپنی خود غرضی کے لئے ہو ان کا اضطراب بعض دفعہ کبھی کبھی ان کو ان کا مدعا دلا بھی دیتا ہے مگر مدعا جو ہے وہ عارضی اور ایک مادی اور دنیاوی مدعا ہوتا ہے اس سے آگے وہ نہیں بڑھتے اس لئے وہ دعائیں سنی بھی جائیں تو اللہ کی طرف نہیں لوٹتے۔

ایسے طالب علموں کو آپ سوچ لیجئے تصور کریں آپ کے طالب علمی کے زمانے میں ایسے بہت سے طلباء ہوں گے جو ادھر امتحان آیا ادھر مسجدوں میں پہنچنے شروع ہو گئے۔ ادھر امتحان ختم ادھر مسجدوں سے چھٹی۔ دعاؤں کے خطوط شروع ہوئے، جب امتحان قریب آ گیا۔ امتحان گزرا تو اس مصیبت سے نجات۔ یہ جو تعلق ہیں یہ وہ اضطراب نہیں جس کے متعلق خدا وعدہ کرتا ہے کہ میں ضرور سنوں گا کیونکہ اس کی تشریح خود بعد میں پھر بیان فرما دی، فرمایا کہ جب میں تمہیں پکارتا ہوں تم بھی تو جواب دیا کرو۔ تم بھی تو میرے لئے موجود ہو۔ اب ایک طرف وہ خدا ہے جو بعض لوگوں کے تصور میں وہ الہ دین کے چراغ کا جن ہے جب جی چاہا بلا لیا جب چاہا اس کو واپس کالعدم کر دیا گویا وہ ہے ہی نہیں۔ یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ جب اضطراب ہو تو میں حاضر ہو جاؤں گا۔ وہ اللہ تعالیٰ ہے مالک ہے کوئی تمہارا غلام جن تو نہیں جو کسی لیمپ میں قید ہوا ہو۔ پس دعا وہ چراغ نہیں ہے جو الہ دین کا چراغ کہلاتا ہے۔ دعا وہ چراغ ہے جو دلوں میں نور بن کے روشن ہوتی ہے اور مستقلاً رہتی ہے پھر کبھی نہیں چھوڑتی اور اس مثال کو قرآن کریم نے نور کے لفظ سے بیان کرتے ہوئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا وہ نور بیان فرمایا جو خود بھی روشن جس پر خدا کا شعلۂ عشق نازل ہوا ہے اور اسے منور کر گیا ہے اور

دوسروں کو بھی منور کرنے والا ہے وہ ایسا نور ہے جو ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتا ہے اس گھر کو روشن کر دیتا ہے پھر سینہ بہ سینہ چلتا ہے دوسرے گھروں کو بھی روشن کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ ایسا نور تو نہیں ہے جو پیچھے چھوڑ دیا جائے اور غائب کر دیا جائے۔

اس لئے دعا کو اگر آپ سچے معنوں میں سمجھیں تو یہ رمضان آپ کے لئے دائمی برکات لے کر آیا ہے جو آپ کے پاس چھوڑ جائے گا۔ دائمی برکات کو لایا ہے ضرور اس میں تو کوئی شک نہیں۔ ہر رمضان ایسا ہے جبکہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق آسمان سے رحمتیں لے کر خدا **سماء الدنیا** میں اتر آتا ہے اور خود طلب کرتا ہے کوئی ہے مانگنے والا تو میں آیا ہوں، تمہیں دوں گا۔ ایسے مانگنے والے چاہئیں جو عطا کرنے والے کا مزاج تو سمجھیں یہ تو پتا کریں کہ وہ آیا ہے تو کیسے دے گا۔ کیا ہر پکارنے والے کے منہ کی پکار کا جواب دے گا جب کہ وہ پکارنے والا جب خدا، اسے پکارے گا تو منہ موڑ کر دوسری طرف چلا جائے گا، ہرگز نہیں۔ ایسا خدا تو نوکروں سے بھی بدتر ہے جو اس غرض کے لئے آپ کے ذہنوں نے بنا رکھا ہے۔ حقیقی خدا وہ ہے جس کی بندگی کی جاتی ہے اور وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ میں لفظ عباد میں یہ کنجی رکھ دی گئی ہے۔ میرے بندے جو ہیں، شیطان کے بندے نہیں۔ میرے بندے بن کر رہیں جن کو میری ذات پہ کامل یقین ہے ان کو بتا دے کہ میں تو ہر وقت ان کے ساتھ ہوں اور اپنے بندوں کو کبھی نہیں چھوڑتا لیکن بندہ بھی تو آقا کو نہیں چھوڑتا۔ بندہ تو آقا کو چھوڑ سکتا ہی نہیں یہ مضمون ہے جس کی طرف آپ کو توجہ کرنی چاہئے کیونکہ بندہ تو غلام کو کہتے ہیں۔ عبد غلام کو کہتے ہیں اور آقا کو تو اختیار رہے جب چاہے غلام کو چھوڑ دے، غلام کو اختیار ہی نہیں ہے۔ تو اگر ایک انسان اپنے لئے ایک ایسی حالت پیدا کر لے کہ اللہ کی محبت اور اطاعت کی زنجیروں میں ایسا جکڑا جائے کہ اسے چھوڑ نہ سکے۔ ہر ابتلا کے وقت وہ اپنے آپ کو آزما کے دیکھے اور اس کا دل یہ کہے کہ ہاں میں دنیا کو چھوڑ سکتا ہوں۔ مگر اس خدا کو نہیں چھوڑ سکتا۔ ایسا شخص اگر گناہ اور لغزش میں بھی مبتلا ہو جائے تو یہ اس کی عبودیت کا انکار نہیں ہے لیکن وہ امتحان پھر بھی پیش آئیں گے جہاں عبودیت کا انکار بھی ہو سکتا ہے، اس کے عبد ہونے کا انکار بھی روشن ہو سکتا ہے۔ ایک غلام جس کے اوپر مالک کو یقین ہو کہ ہے تو میرا۔ اگر غلطیاں بھی کرتا ہے تو مسکرا کر بعض دفعہ معمولی سرزنش کے ساتھ بھی اس کو معاف کر دیتا ہے لیکن وہ جانتا ہے کہ ہر دفعہ جب

میری آنکھ اس کے لئے میلی ہوئی تو اس کا دل بھی میلا ہوا اور ہر دفعہ جب میں نے صرفِ نظر کی تو یہ اپنی ذات سے کھویا گیا۔ اس قدر بے چین ہوا کہ اس نے میری عدم توجہ کو محسوس کیا۔ ایسا آقا اس غلام پر بار بار بھی رحم فرماتا ہے لیکن دائمی حالت غلامی کی حالت ہونی چاہئے۔ وہ زنجیریں ایسی ہوں جو کبھی ٹوٹ نہ سکیں اور بعض ایسے ابتلاء انسان پر آتے ہیں جب اس کے لئے دوٹوک فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ یہاں ایک ذریعہ میسر ہے جو خدا کی مرضی کے خلاف ہے اور ایک ذریعہ ہے جو دعا ہے۔ کیا میں دنیاوی ذریعے کو جو مجھے نظر آرہا ہے کہ میں اختیار کروں تو کچھ نہ کچھ نتیجہ نکل سکتا ہے، اسے اختیار کروں یا چھوڑ دوں اور محض دعا پر انحصار کروں۔ وہ دعا ہے جو اس کے غلام ہونے کو ثابت کرتی ہے وہ دعا ہے جو بتاتی ہے کہ اس کا ایک آقا ہے جس سے تعلق ٹوٹ نہیں سکتا۔ پھر وہ یہ عرض کرے گا اپنے رب سے کہ میں نے تو دنیا کے سب رشتے توڑ دیئے ہیں تُو ہے تو میں ہوں، تُو نہیں ہے تو میرا کوئی وجود نہیں۔ تو ہے تو میرے سارے مسائل حل ہوں گے۔ تو نہیں تو میرا کوئی مسئلہ بھی حل نہیں ہو سکتا کیونکہ میں تو دنیا کی کشتی کو چھوڑ کر تیری کشتی میں آچکا ہوں۔ اس لئے تو میرے لئے ہو جا اور اپنے وجود کو میری ذات پر ظاہر فرما۔ یہ وہ دعا ہے جو ضرور مقبول ہوتی ہے جب انسان ایسا دعا کرنے والا آزمائش پر پورا اترتا ہے تو عجیب استجابت کے جلوے دیکھتا ہے۔ حیرت انگیز طور پر وہ خدا کو غیب سے ظاہر ہوتا ہوا اور شہادہ میں آتا ہوا دیکھتا ہے۔

پس یہ واقعہ تو روزمرہ کی زندگی میں ہوتا رہتا ہے اور وہ لوگ جوان تجارب سے گزرتے ہیں وہ جانتے ہیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ایسا ہوتا ہے مگر رمضان میں یہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ رمضان کے آخری عشرے میں تو اور بھی زیادہ ہوتا ہے۔ پس اپنے اور اپنے بچوں کا شعور اس پہلو سے بیدار کریں۔ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی بتائیں کہ یہ دعائیں کرنے، دعائیں سیکھنے اور خدا کی ہستی کا ایک ذاتی تعارف حاصل کرنے کا موقع ہے۔ یہ مہینہ ایسا ہے جس میں خدا کی ہستی سے ایک غائبانہ تعارف نہیں رہتا بلکہ آمنے سامنے کا تعارف ہو جاتا ہے۔ پس اس طرح اگر آپ اس رمضان سے گزریں گے تو بہت برکتیں ہوں گی جو برکتیں عارضی ہو ہی نہیں سکتیں کیونکہ اگر کسی بڑے آدمی سے کسی چھوٹے آدمی کا تعلق قائم ہو تو پھر وہی بات غلام اور آقا کی نسبت کی، کہ غلام تو چھوڑ ہی نہیں سکتا، آقا ناپسند فرمائے تو چھوڑ بھی دیتا ہے۔ غلام ہمیشہ پریشان اور فکرمند رہتا ہے کہ کہیں یہ تعلق

ٹوٹ نہ جائے۔تو چھوٹے لوگ، جب بڑوں کے درباروں میں رسائی پاتے ہیں تو ان کو فکر ہوتی ہے کہ وہ ہمیں نہ چھوڑ دیں۔ جو بڑے ہیں ان کو کیا فکر ہے۔اگر چھوڑ بھی دیں تو ان کو کوڑی کی بھی پرواہ نہیں ہوگی لیکن نہ چھوڑیں تو کچھ تعلق بڑھتا ہی ہے۔

پس اس پہلو سے آپ رمضان کی وہ برکتیں حاصل کریں گے کہ اگر خدا کا وجود آپ پر ظاہر ہو اور دل کامل یقین سے بھرے کہ ہم اپنی عمریں ضائع نہیں کر رہے اس کائنات کا ایک خدا ہے جو اس کائنات کے ہر ذرے کا بھی خدا ہے، ہر حقیر ترین ذرے کا بھی خدا ہے۔وہ بھی اگر خدا کا قرب چاہے تو اسے بھی عطا ہو سکتا ہے تو پھر ایک عظیم کائنات پر جلوہ گر رحمت آپ کی ذات پر جلوہ کرتی ہے۔وہ محض عالم پر نہیں چمکتی آپ کے دل کو کائنات بنا دیتی ہے اور اس دل میں چمکتی ہے۔اس مقصد سے دعائیں کریں اور اس مقصد سے دعائیں سکھائیں اپنی اولاد کو اپنے عزیزوں کو اور اپنے اقرباء کو۔

اور اس ضمن میں میں داعیین الی اللہ کو خصوصیت سے متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ان کو مستقلاً خدا کا بنا دینے کا ایک بہت ہی اچھا وقت ہاتھ آیا ہے۔آج کل جو نئے نئے احمدی ہوئے ہیں، دنیا کے کونے کونے میں ہو رہے ہیں، کوئی شرک سے آرہے ہیں، کوئی دہریت سے آرہے ہیں، کوئی دوسرے مسلمانوں سے چلے آرہے ہیں جنہوں نے اب اسلام کا حقیقی نور پایا اور دیکھا اور پہچانا ہے۔غرضیکہ ہر قسم کے لوگ ہر ملک سے آرہے ہیں اور یہ تعداد خدا کے فضل سے دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے ان کو سنبھالنے کا مسئلہ ہوا کرتا ہے اور میں داعین الی اللہ کو نصیحت کرتا ہوں کہ اب رمضان میں ان کو اس طرح سنبھالیں کہ خدا کے ہاتھ میں ہاتھ پکڑا دیں۔اس سے بہتر سنبھالنے کا اور کوئی طریق نہیں ہے۔سارے مسائل ایک طرف، سارے روزمرہ کے جھگڑے ایک طرف اور کسی کا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں تھما دیا جائے یہ ایک طرف، اس کے بعد خدا اسے پکڑ لیتا ہے اور مضبوطی سے اس کو تھام لیتا ہے۔

اب یہاں مضمون کچھ بدل گیا ہے۔میں نے کہا تھا کہ آپ چھوڑ دیں تو چھوڑ دیں لیکن اگر آپ خدا کا حقیقی عرفان حاصل کریں تو آپ چھوڑ نہیں سکتے۔اس کے برعکس اللہ چاہے تو چھوڑ دے لیکن انہی کو چھوڑتا ہے جو اس کا حقیقی عرفان حاصل نہیں کرتے، ایک سرسری تعلق کے لئے اس کے پاس آتے ہیں۔تو اب میں جو آپ کو بات کہہ رہا ہوں درحقیقت اس میں تضاد نہیں۔میں یہ کہتا ہوں کہ ان دنوں میں ان کا ہاتھ تھما دیں پھر وہ خدا اس کو سنبھال لے گا۔کچھ عرصہ ایسا گزرتا ہے خدا سے

تعلق میں کہ بندہ چھوڑنا بھی چاہے تو خدا ہاتھ نہیں چھوڑتا۔ بعض دفعہ مصافحے میں میں نے دیکھا ہے بعض لوگ جو زیادہ ہی پیار کا اظہار کرنا چاہیں یہ بھی نہیں دیکھتے کہ کتنے لوگ مصافحے والے کھڑے ہیں ہاتھ میں ہاتھ آجائے تو چھوڑتے ہی نہیں۔ بڑی مشکل سے انگلیاں (یوں یوں کر کے) نکالنا پڑتا ہے ہاتھ۔ تو یہ تالیف قلب کا دور بھی اسی طرح کا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نئے آنے والوں پر اتنا مہربان ہوتا ہے کہ بندوں کو بھی حکم ہے کہ ان کی تالیف قلب کرو۔ یہ ذرا دل جیتنے کے محتاج لوگ ہیں اور خود بھی تالیف قلب فرماتا ہے اور حیرت انگیز طور پر بعض دفعہ ان کو نشان دکھاتا ہے۔ تو جب اس ہاتھ کی عادت پڑ جائے گی تو پھر یہ بھی نہیں چھوڑ سکیں گے لیکن جب تک یہ ہاتھ اس ہاتھ میں نہ آجائے جو خدا کا ہاتھ کہلاتا ہے اس وقت تک آپ کے ہاتھوں میں تو محفوظ نہیں ہیں۔ آج ہے کل ہاتھ سے نکل جائے گا۔ آپ کو کب توفیق ہے کہ سارا دن تمام سال بھر آپ روزانہ ان کی فکر کریں مہینے میں ایک دو دفعہ بھی فکر کا آپ کے پاس وقت نہیں رہتا اب تو رفتار بھی بہت پھیل چکی ہے۔ لکھوکھہا کی تعداد میں لوگ احمدیت قبول کر رہے ہیں اور ہر قوم سے، ہر مذہب سے، ہر زبان بولنے والوں میں سے آرہے ہیں تو ان کو آپ کیا سمجھائیں گے کیسے کیسے ان کی طرف توجہات کا حق ادا کریں گے ایک ہی طریقہ ہے کہ خدا کے ہاتھ میں ان کا ہاتھ تھمادیں اور رمضان مبارک میں یہ کام ہر دوسرے دور سے زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔

اس ضمن میں ان کو روزے رکھنے کی تلقین کریں۔ روزے رکھنے کے سلیقے سکھائیں۔ ان کو بتائیں کہ اس طرح دعائیں کرو اور اللہ دعاؤں کو سنتا ہے لیکن اس سے عہد باندھو کہ تم اس کو چھوڑو گے نہیں۔ اصل مقصد مذہب کا خدا سے ملانا ہے۔ اگر کوئی مذہب باتیں سکھا جاتا ہے اور قیدوں میں مبتلا کر جاتا ہے مگر خدا کا قیدی نہیں بناتا تو ایسے مذہب کا کیا فائدہ۔ جتنے زیادہ بندھن ہوں اتنا ہی وہ مذہب مصیبت بن جاتا ہے لیکن اگر وہ بندھن خدا کی محبت کے بندھن ہوں تو پھر وہ مصیبت نہیں وہ رحمت ہی رحمت ہے، وہ عشق کے بندھن ہونے چاہئیں۔ پس ہر وہ شریعت جس پر عمل ظاہری ہو وہ ایسی غلامی کے بندھن ہیں جن کے ساتھ اللہ کی محبت کا تعلق نہیں ہے۔ ایسے لوگ ظواہر پرست ہو جاتے ہیں، ظاہری چیزوں کے غلام ہو جاتے ہیں ان کی شریعت ان کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچاتی۔ کورے کے کورے، سخت دل کے سخت دل، انسانیت کی اعلیٰ قدروں سے عاری اس دنیا سے گزر

جاتے ہیں، کچھ بھی فائدہ ان کو نہیں ہوتا۔

لیکن وہ بندھن اگر خدا کی محبت کے بندھن میں تبدیل ہوں اور اس وجہ سے ہوں۔ اللہ کی خاطر ایک انسان اپنے آپ کو پابند کر رہا ہے اور اس کی محبت کی خاطر کر رہا ہے تو یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ پھر وہ عبد بنتا ہے، پھر وہ غلام ہوتا ہے ورنہ روزمرہ کی ٹکسالی کے طور پر کام کرنے والے کہاں غلام ہوتے ہیں۔ پس اس معنے میں ان کی تربیت کریں، ان کو سمجھائیں اور پھر چھوٹے موٹے روزمرہ کے رمضان کے آداب بھی تو بتائیں۔ روزے کیسے رکھے جاتے ہیں۔ کیوں رکھے جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس سلسلے میں جو نصیحتیں فرمائیں ان سے کچھ ان کو آگاہ کریں تو رفتہ رفتہ ان کی تربیت ہوگی اور اگر ان کو یہ تجربہ رمضان میں ہو گیا کہ ان کو لیلۃ القدر نصیب ہوگئی یعنی وہ رات آئی ہے جو رات کہلاتی ہے مگر سب سے زیادہ منور ہے اور سب سے زیادہ دائمی روشنیاں پیچھے چھوڑ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہو سکتا ہے وہ آپ کو سنبھالنے والے بن جائیں، آپ کو ان کو سنبھالنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ ایسے لوگ میں نے دیکھے ہیں جب ان کی احمدیت میں ان میں انقلاب برپا ہو جاتا ہے وہ ہر ابتلاء سے اوپر نکل جاتے ہیں کوئی ٹھوکر ان کے لئے ٹھوکر نہیں رہتی وہ یہ نہیں کہتے کہ دیکھو جی فلاں یوں کر رہا ہے۔ انہوں نے ہمیں احمدیت دی، اپنا یہ حال ہے۔ وہ اپنے آپ کو خدا کا ان سے بہتر نمائندہ سمجھنے لگتے ہیں اور ان کی فکر کرتے ہیں، ان کی تربیت کرتے ہیں، ان کو سمجھاتے ہیں۔ ایسے لوگ ہیں جن کی آج ہمیں ضرورت ہے دنیا کو سنبھالنے کے لئے۔ اگر ایسے ہی رہنے دیا گیا کہ ہر وقت آپ ہی نے ان کو سنبھالے رکھنا ہے تو آپ کی طاقت میں تو یہ سنبھالنا بھی نہیں انہوں نے پھر آگے دنیا کو کیا سنبھالنا ہے اس لئے رمضان سے یہ فائدہ اٹھائیں۔

میں چند احادیث جتنا بھی وقت ہے آج آپ کے سامنے رکھتا ہوں باقی انشاء اللہ آئندہ خطبے میں، میں بیان کروں گا اور اس مضمون کو آگے بڑھاؤں گا۔

حضرت ابوھریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے اجتناب نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اب یہ دو باتیں ہیں جو بیان فرمائی گئی ہیں۔ جھوٹ بولنے سے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے ان میں کیا فرق ہے۔ بعض لوگ تو عادتاً جھوٹ بول دیتے ہیں۔ ایک بات یہ کہ اس کا خاص مقصد

حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ صرف اپنی شیخی ہوتی ہے بعض دفعہ۔ بعض دفعہ دلچسپ بات کرنے کا شوق ان سے جھوٹ بلواتا ہے جو واقعہ نہیں ہوا ہوتا وہ اپنی طرف اپنے تجارب کی طرف منسوب کر دیتے ہیں لیکن اس کے نتیجے میں دوسرے کو صرف اتنا دھوکہ لگتا ہے کہ آدمی بڑا ہوشیار ہے مگر اور نقصان نہیں پہنچتا۔ مگر یہ جھوٹ یہاں نہیں رہا کرتا جو شخص ایسا جھوٹ بولے پھر وہ جھوٹ اس کے عمل میں داخل ہوتا ہے اور اس کی ساری زندگی کو جھوٹا بنا دیتا ہے وہ کمائی جھوٹ کی کرتا ہے وہ خطروں سے بچتا ہے تو جھوٹ کی پناہ میں آ کر بچتا ہے۔ وہ تمنائیں کرتا ہے تو اس کی تمناؤں میں جھوٹ اس کا مددگار بن جاتا ہے اور اس کے اعمال میں رچ بس جاتا ہے۔ یہ وہ جھوٹ ہے جس کی طرف حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے توجہ دلائی کہ رمضان میں اس بدبخت چیز کو چھوڑ و اور اگر اس کو نہیں چھوڑو گے تو یہ رمضان تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

فرمایا اللہ کو کیا دلچسپی ہے کہ تم بھوکے رہو۔ رہو نہ رہو خدا تو رازق ہے، خدا تو احسان کرنے آیا ہے۔

بھوک اگر کسی نیکی کا پیش خیمہ بنتی ہے، اگر بھوک خدا کی خاطر ہے اور اس کے نتیجے میں اللہ سے کوئی تعلق باندھتی ہو تو پھر یہ بھوک پیاری ہے ورنہ فی ذاتہٖ بھوک کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ تو آنحضرت ﷺ کی اس نصیحت کو پکڑیں اور اس نصیحت سے اپنے سفر کا آغاز کریں کیونکہ اکثر جو نو مبائعین ہیں ان کو تو میں نے سچا ہی دیکھا ہے خصوصاً یورپ میں۔ اکثر لوگ سچ کے ہی عادی ہیں۔ یہ بدقسمتی ہے بعض تیسرے درجے کی دنیا کی جس میں افریقہ بھی شامل ہے پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش۔ ایسے لوگ ہیں بڑا ہی جھوٹ بولتے ہیں اور روزمرہ کی چھوٹی چھوٹی باتوں میں جھوٹ کا سہارا لئے بغیر آگے بڑھ ہی نہیں سکتے۔ ان کے سیاستدان بھی جھوٹے، ان کے پولیس کارندے بھی جھوٹے، ان کی سول سروس والے بھی جھوٹے، ان کے تقویٰ انصاف قائم کرنے والے بھی جھوٹے، ان کے مانگنے والے بھی جھوٹے، ان کے دینے والے بھی جھوٹے۔ اتنا جھوٹ ہے کہ ایسی وبا جھوٹ کی شاید ہی دنیا میں کبھی کسی دنیا پر بلا کے طور پر اتری ہو۔ تو رمضان کا مہینہ ہے سب سے پہلے وہ لوگ جو ایسے ملکوں سے یہاں آئے ہیں یا دوسرے ملکوں میں گئے ہیں جہاں جھوٹ نہیں ہے وہ پہلے اپنے نفس کی تو اصلاح کرلیں۔ بھوکے رہیں گے اور جھوٹ بھی بولیں گے تو بھوکے رہنا سب کچھ

باطل جائے گا۔مفت کا عذاب ہے، گناہِ بےلذت ہے یعنی یوں کہنا چاہئے ثواب ہے جو تکلیف دہ ثواب ہے لیکن ثواب نہیں ملتا۔ایسا ثواب ہے جو فرضی ثواب ہے۔تکلیف چھوڑ جاتا ہے ثواب نہیں ہوتا۔تو اس کا کیا فائدہ؟

اس لئے آنحضرت ﷺ نے جو نکتہ بیان فرمایا ہے اس کو سمجھیں گے تو آپ کی زندگی سنور جائے گی۔آپ اس بات کے اہل ہو جائیں گے کہ دوسروں کو نصیحت کر سکیں،آپ کی بات میں طاقت پیدا ہوگی،آپ کے گھر کے حالات بھی سنوریں گے۔روزمرہ جو اپنی بیویوں سے جھوٹ بولتے ہیں، اپنے بچوں سے جھوٹ بولتے ہیں۔دوستوں یاروں سے جھوٹ بولتے ہیں۔بزنس کے معاملات میں جھوٹ بولتے ہیں اور رشتوں کے تعلقات قائم کرنے کے لئے جھوٹ بولتے ہیں۔کون سا ایسا آپ کا زندگی کا دائرہ ہے جس میں آپ جھوٹ سے کام نہیں لے رہے۔تو اب رمضان میں اس بدبختی کو پیچھے چھوڑ کر جائیں۔یہ جو پل ہے یہ ہلاکت کے سمندر میں غرق کرنے والا پل ہے اور اس کو آپ جب تک فنا نہیں کر لیتے آپ کی فنا پر یہ خطرہ ہمیشہ کھڑا رہے گا۔

اس لئے اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگیں، دعا کریں اور جھوٹ کی لعنت سے خود بھی بچیں اور اگر ایسی قوموں میں آپ تبلیغ کر رہے ہیں جیسا کہ افریقہ ہے، پاکستان ہے، ہندوستان ہے، بنگلہ دیش ہے اور دوسری قومیں ہیں جہاں بدقسمتی سے ان کی غربت کفر میں تبدیل ہوئی ہے اور غربت نے سب سے بڑی لعنت جھوٹ کی پیدا کی ہے اور غربت جھوٹ کی لعنت اسی وقت پیدا کیا کرتی ہے جبکہ اخلاقی قدریں کمزور ہو چکی ہوں اور حرص غالب آ چکی ہو۔تو یہ ساری بیماریاں ہیں جنہوں نے مل کر ہمارے تیسری دنیا کے ملکوں کا امن اجاڑ دیا ہے، کچھ بھی وہاں باقی نہیں رہا،کوئی مستقبل کی امید بھی دکھائی نہیں دیتی۔

ایک حکومت کے بعد دوسری حکومت آتی ہے، وعدے کرتی ہے اور کوشش بھی کرتی ہے کہ کچھ بنے لیکن خود بھی انہی بیماریوں کی پروردہ حکومتیں ہیں جو بیماریاں سارے ملک میں ایک عذاب کی صورت میں پھیلی ہوئی ہیں۔پس اس کے لئے جھوٹ کے خلاف جہاد ایک بہت بڑا اور بنیادی جہاد ہے۔کل عالم میں جماعت احمدیہ کو اور ان کو جو داعی الی اللہ بننے کے دعوے دار ہیں خصوصیت سے جھوٹ کے خلاف پہلے اپنے نفس میں جہاد کرنا ہے۔یہ رمضان ختم نہ ہو جب تک ان کا جھوٹ ختم

نہ ہو چکا ہو اور کلیتہً جھوٹ سے چھٹکارا پا کر ایک نئی زندگی میں داخل نہ ہو جائیں۔ یہ ہر نصیحت کی جان ہے ہر نصیحت کی ماں ہے اس لئے میں نے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی نصائح میں سے یہ ایک نصیحت سب سے اوپر رکھی ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس میں آپ کی فلاح کی ہر کنجی موجود ہے۔ اس لئے دعائیں کریں اور جھوٹ سے خود بھی نجات حاصل کریں اور اپنی اولاد کو بھی سچائی پر گامزن کریں اور جھوٹ سے نجات حاصل کرنا ایک وقت کے فیصلے کی بات نہیں ہے باشعور طور پر آپ کو اپنے ہر فیصلے کی نگرانی کرنی ہوگی۔ ہر عذر جو آپ پیش کرتے ہیں اس کی نگرانی کرنی ہوگی۔ ہر بات جو آپ کسی دوست یا تعلق والے کو اپنے خطوط میں لکھتے ہیں اس کی بھی نگرانی کرنی ہوگی۔ بسا اوقات مبالغے کی باتیں ہوتی ہیں۔ محبت کے اظہار ہیں جی ہم تو حاضر ہیں ہم تو غلام ہیں لیکن سب جھوٹی باتیں ہیں۔ وہ غلامیاں نفس کی غلامیاں ہوتی ہیں کسی اور کی نہیں ہوتیں۔ تو ہمارے تعلقات کے دائرے میں ایسے جھوٹ بھی ہیں جو مخفی ہیں ہماری اپنی نظر سے غائب رہتے ہیں۔ ہم عذر جو روزانہ بناتے ہیں کئی بار کہ یہ بات ہوگئی تھی اس لئے میں نے یوں کہہ دیا تو بات کہی اس کے بعد تو اس کی توجیہات شروع کر دیں اور وہ توجیہات جھوٹی ہوتی ہیں۔ تو جھوٹ کے خلاف جہاد بہت بڑا محنت کا کام ہے۔ بڑا جان جوکھوں کا کام ہے۔

اس لئے جن باتوں کو میں سمجھا رہا ہوں، غور سے سنیں اور اس رمضان میں دعاؤں کے ساتھ مدد کرتے ہوئے اپنے نفس کے جھوٹ کے خلاف جہاد کریں پھر اللہ آپ کو ان کی تربیت کی توفیق دے گا جو خدا کے قریب آنے کے لئے خود کئی کئی مشکلات میں سے، کئی مصائب میں سے گزر کر حاضر ہو چکے ہیں اب ان کو آپ نے سنبھالنا ہے، ان کی دلداریاں کرنی ہیں، ان کی تربیت کرنی ہے اور رمضان یہ بہترین مہینہ ہے تربیت کے لحاظ سے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین